انسانی تربیت میں قرآن کریم کا نفسیاتی اسلوب: معاشرتی معاملات کا تحقیقی جائزہ

The psychological style of the Quran in human training: a research review of social issues

Dr. Shazia Ashiq
Lecturer, Islamic Studies, The Govt -Sadiq College Women University Bahawalpur:
shazia.ashiq@gscwu.edu.pk

Sana Amin
M.Phil Scholar, Islamic Studies, The Govt -Sadiq College Women University Bahawalpur:
sanaamin846@gmail.com

Abstract

Islam is a complete code of life. It guides every aspect of human life. While the Qur'an and Sunnah have laid down rules for the reformation and correctness of human beings, Allah Almighty has also given solutions to economic, social, political and psychological problems. Islam has given the method of everything. If these commands are carefully examined. So it is known that Allah Almighty has revealed all these commands for the betterment of humanity so that its existence in the society remains a symbol of peace. And this was not possible until the human mind and heart were purified. For the guidance of the human soul, Allah Almighty adopted the style of education and training from different sources which was closer to the human minds. And establish resources that could not be diverted. Allah Almighty revealed to man through his prophets and divine scriptures for the betterment of the soul. The Holy Qur'an is the last link of the divine scriptures which is the code of life till the Day of Judgment. In this book, Allah Almighty has made the human soul the subject and has also described all the virtues and habits of man which build human personality and character. In the same way, Allah Almighty has adopted in the Qur'an all the methods that affect the hearts of human beings for self-improvement. In the Qur'an, Allah Almighty has explained the rules and issues related to monotheism and prophethood, the tenets of Islam, the rules of worship, affairs and society, and the psychological solution of these problems has been presented through the Qur'an and Sunnah. Therefore, in the research paper, the psychological solution of human training has been clarified in the light of Qur'an and Sunnah.

Keywords: Psychological Problems, Society, Personality, Improvement, Qur'an and Sunnah.

نفس "عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ن۔ف۔ س ہے"۔ اس کے لیے نَفَسَ، نَفُسُ، اَنفُس کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کے معنی "روح، جان، ذات، وجود، ہستی، حقیقت و اصلیت" کے ہیں۔[1]

لسان العرب میں "نفس کے معنی "الروح، الاخ، الحیاۃ" کے آتے ہیں"۔[2] جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

"فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ"[3]

"پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں سے سلام کیا کرو۔"

اس آیت مبارکہ میں "نفس" کا لفظ افراد اور لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لفظ نفس کو اردو زبان میں بلا اعراب لکھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تلفظ کی حرکات واضح نہیں ہوتیں۔ (لفظ نفس کے اعراب کے لحاظ سے تین تلفظ آتے ہیں)۔ نفس کے لئے انگریزی میں spirit , soul and breath of life کے الفاظ آتے ہیں۔[4]

قرآن مجید میں نفس کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ زیادہ تر "اَنفُس" کے ہیں۔ گویا نفس کا انسان کے وجود کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ یعنی نفس جسم میں ایک خاص شے ہے۔ گوشت پوست کے انسان کی کوئی حیثیت نہیں اس کے اندر ایک ذات موجود ہے۔ جس کی خواہشات پر انسان اچھا اور برا بولتا ہے اور انہی خواہشات پر حواس خمسہ کا استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کو چھونے کے لیے جب ہاتھ اٹھتا ہے وہ خود نہیں اٹھتا بلکہ نفس کے تابع ہے اور نفس کی خواہش پر قدم اٹھتے ہیں۔ گویا تمام اعضائے جسم نفس کی خواہش کے پابند ہیں۔ اسی طرح تکلیف و درد کے تمام احساسات نفس کو ہوتے ہیں بظاہر گوشت بے جان ہے اور اگر نفس ختم ہو جائے تو گوشت کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ (نفس ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اچھائی اور برائی کی طرف مائل کرتا ہے)۔ یہ وہ پوشیدہ خزانہ ہے جو اللہ کی ذات

---

[1] علمی اردو لغت، وارث سرہندی، (نظر ثانی) محمد احسن خان (لاہور: علمی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، س ن)، 1516

[2] لسان العرب، ابو الفضل، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور دار الصادر، بیروت، 1414، ص: 10/3202

[3] النور: 24/61

[4] A Learners Arabic-English dictionary, F. steingass , labnan,Beirut,1980,p-1137

سے انسان کے اندر ڈالا گیا ہے۔اس لئے مرنے کے بعد انسانی جسم کا گوشت گل سڑ جاتا ہے مگر نفس زندہ رہتا ہے۔اس لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ وحیات ہیں۔بظاہر جسم ختم ہو جاتا ہے مگر ان کا نفس زندہ رہتا ہے۔جن کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے۔

"وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ج بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ"[5]

"اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔"

نفسیات کا مفہوم:

نفسیات کو انگریزی میں "psychology" کہتے ہیں۔یہ لفظ یونانی الفاظ کا مجموعہ ہے۔"psyche" جس کا مطلب ذات، نفس، روح اور ذہن ہے جبکہ " logos" کا مطلب علم اور منطق لیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے نفسیات کا مفہوم "روح کا علم" ہے۔

گویا نفسیات ایک ایسا علم ہے "جس کے تحت بنیادی طور پر انسان کی ذہنی اور دماغی زندگی اس کی ابتدا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی جاتی ہے۔"

نفسیات کا موضوع مطالعہ:

نفسیات کی تعریف سے یہ بات بلکل واضح ہوتی ہے کہ "عقل (عقلی زندگی) سے (mind) متعلق ہونے کی وجہ سے اس کا دائرہ بے انتہاء وسیع اور ہمہ گیر ہے اور اس میں عقلی عملیت (mental processes) تمام پہلو مثلاً؛ قیاس ادراک، (perception) جذبات، (cognition) بین الاشخاصی روابط، شخصیت اور رویے بھی داخل مطالعہ ہوتے ہیں۔ "نفس ونفسیات کی وسعت میں بے شمار ادراکات اور محسوسات موجود ہیں اور مادی طور پر یہ جگہ نہیں گھیرتے۔ نفس کی فکر ہی انسان کے وجود کو ظاہر سے باطن کی طرف متوجہ کرتا ہے۔اور وہ جب اس پہ غور وفکر کرتا

---

5 سورۃ البقرۃ:2/154

ہے تو اس پر حق واضح ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ڈور ایمان سے وابستہ ہو جائے تو اس پر سے جہنم اور جنت کے پردے کھل جاتے ہیں اور تمام راز ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے دل تنگ ہوتے ہیں وہ اس راز کو نہیں سمجھ پاتے۔

قرآن نفس انسانی کو حقیقت سے روشناس کرانا چاہتا ہے تا کہ انسان زمان مکاں کی قید سے بالاتر ہو کر سوچے اور اپنے حقیقی سفر کی طرف رواں دواں ہو جائے۔ اور اپنی منزل و مراد پالے۔ بظاہر جسمانی طور پر انسان تندرست نظر آتا ہے لیکن وہ نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ نفس کی اسی کیفیات کو سمجھنے کے لیے ماہر نفسیات نے علم النفس کو متعارف کروایا۔ قرآن کریم میں انسان کے ان نفسیاتی مسائل کا حل چاہے ان کا تعلق معاشرت سے ہو۔ معیشیت سے ہو یا اخلاقی معاملات سے، بہت اچھے طریقے سے بیان کرتا ہے۔

قرآن حکیم کا اسلوبِ بیان:

ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ قرآن مجید میں خدا اور مخلوق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر الفاظ بطور انداز بیان، مصطلحات اور استعارے استعمال کئے گئے ہیں جو سلطنت اور بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو اسے سمجھ کر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کا انداز بیان ایسا ہے کہ ہر نفس کو فرداً فرداً یکساں طور پر متاثر کرتا ہے اور پڑھتے وقت انسان کو یہ باور کراتا ہے کہ قرآن اس کے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔ اور یہی انسان اور قرآن کے درمیان قلبی تعلق بن جاتا ہے۔ تاہم قرآن کے اسلوب بیان کے کئی پہلو ہیں جن کو سمجھنا چاہئے۔ ویسے اس کے اسلوب کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ

"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنت مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ"[6]

[6] سورۃ یوسف:12/3

"ہم نے جو یہ قرآن آپؐ کے پاس وحی سے بھیجا ہے تو ہم اس کے ذریعہ سے آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ اس سے (فحض) بے خبر تھے"۔

انسانی تربیت کی اہمیت اور آداب:

دنیا میں کوئی بھی دین یا مکتبِ فکر اس وقت موضوعِ بحث بنتا ہے اور کھل کر منظرِ عام پر آتا ہے جب اس کی آغوشِ تربیّت میں پرورش پانے والے افراد اپنے مخصوص افکار و عقائد کی روشنی میں ایک مخصوص نظریاتی معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاہب اور مکاتب موجود ہیں وہ اپنی اپنی توانائی اور صلاحیت کے مطابق معاشرہ سازی میں مشغول ہیں۔ آج ایک مخصوص اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے لوگوں کے سامنے "اسلامی عقائد و افکار" کو خالص اور بہترین انداز میں اس طرح پیش کیا جائے کہ لوگ خود بخود ان کی طرف کھچے چلے آئیں اور مل کر ایک معاشرہ تشکیل دیں۔ اگر کسی دین یا مکتب کے پاس پُرکشش عقائد نہ ہوں یا اگر عقائد تو پُرکشش ہوں لیکن بہترین انداز میں پیش نہ کئے جائیں تو ایسا دین نہ ہی تو عوام کے دلوں میں اپنی جگہ بنا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ عقائد و افکار کی حقیقی معنوں میں ترویج و اشاعت، نشو و نما اور فروغ کے لئے علمی و نظریاتی بنیادوں پر افراد سازی کی ضرورت ہے۔ کسی بھی دین یا مکتب کا تربیّتی نظام جتنا معیاری ہو گا، معاشرے کے اندر اسکا اثر و رسوخ بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا۔

انسان کی تربیّت کا معنی یہ ہے کہ انسان کی اندرونی صلاحیّتوں کی اس طرح سے پرورش کی جائے کہ انسان مرحلہ وار معراج بشریت کو پہنچے۔ ظاہر ہے کہ انسان اپنے کمال اور معراج تک Acting اور اداکاری کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا اور یہ ترقی صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اپنے باطن کی پرورش بالکل فطری طریقے سے کرئے۔ فطری طریقے پر اپنی پوشیدہ صلاحیّتوں کی پرورش کے لئے ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنے اندر پرورش اور ترقی کی ضرورت کو محسوس کرے اور وہ یہ جان لے کہ خدا نے مجھے اشرف المخلوقات خلق کیا ہے

معاشرتی معاملات میں قرآن کا نفسیاتی اسلوب

وہ معاشرتی معاملات جن میں روزمرہ زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ قرآن کریم کے نقطہ نظر اور نفسیاتی اسلوب کے تحت اور ان کی حکمت کے بارے میں جاننانہایت ضروری ہے۔ اب ہم ان معاشرتی معاملات کو ذکر کریں گے جن سے ہمیں روزمرہ زندگی میں واسطہ پڑتا ہے اور قرآن کے نفسیاتی اسلوب کو بیان کریں گے۔

انسانی زندگی پر رویوں کے اثرات:

زندگی میں رویوں کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ یہی رویے ہیں جو ہماری سوچ اور کردار کو کسی ایک جانب متعین کرتے ہیں اور ان میں شدت اور کمی کا باعث بنتے ہیں۔ چناچہ اس وجہ سے رویوں کا موضوع بھی معاشرتی نفسیات کا ایک اہم اور بنیادی موضوع ہے۔

جب ایک بچہ معاشرتی ماحول میں پروان چڑھتا ہے تو معاشرت کے عمل سے گزرتے ہوئے اس کی شخصیت میں رویوں کا ایک ایسا نظام تشکیل پاتا ہے جو کہ اس کے معاشرتی وفوقات و ادراکات اور ہیجانات و محرکات پر مشتمل ہوتا ہے اور پھر وہ اس نظام کو اپنے معاشرتی تعامل میں استعمال کرتا ہے اسی وجہ سے کوئی فرد اپنے رویوں کی بنیاد پر کسی دوسرے فرد یا جماعت کے ساتھ معاشرتی تعامل سرانجام دیتا ہے۔

انسانی زندگی کے بنیادی رویے:

ویسے تو ہم معاشرتی زندگی میں ہم مختلف رویے اختیار کرتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی دوسروں کے مختلف رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاہم کچھ بنیادی رویے ایسے ہوتے ہیں جن سے ہماری معاشرتی زندگی بہت متاثر ہوتی ہے۔ درج زیل میں ہم انہی بنیادی رویوں کے متعلق سیرت نبویؐ کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

معاشرتی زندگی میں دوسرے افراد سے میل جول ایک ایسا لازمی عنصر ہے جس سے ہمیں روزانہ بار بار واسطہ پڑتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دوسرے سے ملاقات ہو تو ایسا کونسا رویہ اختیار کیا جائے جس سے میل جول میں تلخی کی بجائے محبت پیدا ہو اس حوالے سے آپؐ نے زریں نفسیاتی اصولوں سے کام لیتے ہوئے ہمیں مختلف تعلیمات دی ہیں۔ دوسروں سے محبت سے پیش آنا ایک ایسا بنیادی رویہ ہے جو ہماری مشکلات حل کرنے کی چابی ہے۔

باہمی محبت کا رویہ:

جدید تحقیق کے مطابق محبت ہماری Emotional Health پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ جب کوئی دوسرا فرد ہمارے ساتھ گرم جوشی سے ملتا ہے تو اس سے ہمارے رویوں اور کردار پر اچھے اور خوش کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر وہ ملنے والا اجنبی ہو تو پہلی ملاقات میں ہی اگر اس کی جانب سے محبت اور گرم جوشی پائی جائے تو اس سے متعلق منفی جذبات ذہن میں پیدا نہیں ہوتے اس سے اپنائیت محسوس ہوتی ہے اس رویے کی وجہ سے آپس میں ایک دوستانہ ماحول پیدا ہوتا ہے جو بہتر طور پر ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔[7] اسی وجہ سے آپؐ نے ہمیں ایسی تعلیمات اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو نفرتوں کی بجائے محبتیں جنم لیں گی۔

محبت پیدا کرنے کے ذرائع:

محبت پیدا کرنے کے آسان زرائع میں سے ایک ذریعہ سلام کرنا ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ "جب بھی دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرے تو ایک دوسرے کو سلام کیا کرے۔ اس سے باہمی محبت بڑھتی ہے"۔ چناچہ روایت ہے

"تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے اور اور کامل مؤمن نہیں بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہیں کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے وہ یہ ہے کہ آپس میں ہر ایک آدمی کو سلام کیا کرو۔"[8]

---

7 ۔ دلائی لامہ، خوش رہنے کا فن، مترجم، علاؤالدین، سید (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2014ء) ص:52

8 مسلم بن حجاج ابوالحسن القشیری، الجامع الصحیح ج 1، ص 741

اس حدیث میں کامل مؤمن کی نشانی یہ بتالائی گئی ہے کہ وہ محبت کے رویے کا حامل ہو گا اور محبت کے اس رویے کو پیدا کرنے کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کے طرز عمل کو اپنایا جائے۔ کیونکہ اس سے انسیت اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

"ایک شخص نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور جسے جانتے ہو اور جسے نہ جانتے ہو سب کو سلام کرو۔"[9]

مصافحہ اور اسلوبِ قرآن:

آپؐ کی سیرت طیبہ کی تعلیمات کے مطابق ملاقات کے وقت اکرام واحترام اور محبت کے رویے کا اظہار کا ایک ذریعہ مصافحہ بھی ہے، سلام کے مقابلے میں اس کے نفسیاتی اثرات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور اس سے دوسرے کے رویے پر مثبت اثرات پڑتے ہیں کیونکہ مصافحہ بھی قربت کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی سبب سے آپؐ نے اپنی امت کو مصافحہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چناچہ روایت ہے کہ

"جب دو مسلمان ملاقات کے وقت آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نہیں جدا ہونے سے پہلے بخش دیتا ہے۔"[10]

قومی عصبیت اور اسلوبِ قرآن:

موجودہ دور کے فتنوں میں جس فتنہ نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر رکھا ہے وہ فتنہ "قومیت" ہے۔ یہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے، زمانۂ جاہلیت میں اسی قومیت نے ہزاروں کی جان لی، آدم کی اولاد کو اس نے ٹکڑوں میں بانٹ دیا، قبائل کی

---

9 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج 1، ص12

10 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن ترمذی حدیث نمبر، 3712

تفصیل و تقسیم اس لئے تھی کہ تعارف و تفاہم کا ذریعہ بنے، لوگوں نے اس کو افتراق کا ذریعہ بنالیا۔ اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"[11]

"اور تمہارے خاندان اور برادریاں بنادیں تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔"

پردہ اور قرآن کا نفسیاتی اسلوب:

پردہ کرنے کا حکم شارع اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو ارشاد فرمایا

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ،ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ"[12]

"اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمن عورتوں سے کہ دیجئے کہ (گھروں سے باہر نکلتے ہوئے) اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ستایا نہ جائے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ"[13]

"اور اپنے گھر میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ کرتی پھرو۔"

---

[11] سورۃ الحجرات: 13/49

[12] سورۃ الاحزاب: 59/33

[13] سورۃ الاحزاب: 33/33

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ[14]

"اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت چھپا رکھی ہے معلوم ہو جائے۔"

دور جاہلیت میں شریف عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار لوگ ان کا پیچھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شریف النفس عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیں۔

"امام محمد بن سرینؒ نے حضرت عبید السلمانیؒ (جو نبی کریمؐ کے دور میں مسلمان ہوئے مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے) سے اس آیت کا مطلب پوچھا؟ انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اپنی چادر کو اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔"

جن مصلحتوں کی بنا پر اسلام نے عورت کو پردہ "میں رکھا ہے ان میں سے ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ کم از کم وہ سینہ تو نور ایمان سے منور ہو جس سے ایک مسلمان بچہ دودھ پیتا ہے۔ کم از کم وہ گود تو کفر و ضلالت اور نساد اخلاق و اعمال سے دور رہے جس میں ایک بچہ پرورش پاتا ہے، اس گہوارے کے ارد گرد تو خالص اسلامی فضا چھائی رہے۔ جس میں مسلمان کی نئی نسل اپنی ابتدائی منزلوں سے گذرتی ہے۔ کم از کم وہ چار دیواری تو بیرونی اثرات سے محفوظ رہے جس میں مسلمان بچے کے سادہ دل و دماغ پر تعلیم و تربیت اور مشاہدات کے اوالین نقوش ہوتے ہیں۔

تجسس اور قرآن کا نفسیاتی اسلوب:

اسلام نے ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے جس میں لوگوں کا دینی یا دنیاوی نقصان ہو۔ انہی اعمال میں ایک اہم عمل "برا گمان کرنا" ہے جس سے اسلام اس کی ضرر کی وجہ سے منع فرمایا ہے۔ برا گمان ہی سراغ لگانے کا سبب بنتا ہے۔ اسلام

[14] سورۃ النور:24/31

نے کسی کی ٹوہ میں لگنے اور برائی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تجسس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے سے بھی منع کیا فرمایا ہے

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ"[15]

"اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی یہ پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو گا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

اسلام نے ظاہری عمل کو ہی پرکھنے کا معیار بنایا ہے۔۔اس لئے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ"[16]

"اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔"

آدابِ مجلس اور قرآن کا نفسیاتی اسلوب:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"[17]

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کر دو، اللہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرمایا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔"

---

15 سورۃ الحجرات: 12/49

16 سورۃ النور: 27/27

17 سورۃ المجادلہ: 10/58

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اور صالح لوگوں کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا سنت ہے، حتیٰ یہ کہا ان کی مسجدوں میں بھی تعظیم کی جائے۔ حدیث پاک میں دینی پیشواؤں اور اساتذہ کی تعظیم کا باقاعدہ حکم دیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے لئے عاجزی اختیار کرو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو ان کے لئے بھی تواضع اختیار کرو اور سرکش عالم نہ بنو۔"[18]

تمسخر اور مذاق اور قرآن کا نفسیاتی اسلوب:

مذاح اور زندہ دلی و خوش طبعیت ہونا انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے۔ اور جس طرح اس کا حد سے بڑھ جانا نازیبا اور نقصان دہ ہے۔ آپؐ اپنی تمام تر شمائل کے باوجود، بسا اوقات اپنے جاں نثاروں اور نیاز مندوں سے مذاح فرماتے تھے سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ "بعض صحابہ کرم نے آپؐ سے عرض کیا کہ یارسولؐ! آپؐ ہم سے مذاح فرماتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں مذاح میں بھی حق بات ہی کہتا ہوں یعنی اس میں کوئی بات غلط اور باطل نہیں ہوتی۔"[19]

اللہ تعالی نے دین کے کچھ احکامات و مسائل بیان فرماتے وقت مردوں اور خواتین کو الگ خطاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ،وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ " [20]

"اے ایمان والو! تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں سے مذاق، ٹھٹھہ اور تمسخر نہ کریں۔ ہو سکتا ہے جن کا تم مذاق اڑاتے ہو وہ تم سے بہتر ہوں۔ اسی طرح بعض عورتیں بھی دوسری بعض وعورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہو سکتا ہے یہ جو مذاق اڑانے والی ہے یہ بہتر نہ ہو بلکہ وہ بہتر ہو جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔"

اسی طرح کسی کی عیب جوئی کرنے، طعنہ دینے اور برے نام رکھ کے ان ناموں سے پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا:

---

18 الخطيب البغدادي؛ أحمد بن علي بن ثابت البغدادي، أبو بكر الجامع الاخلاق الراوی(مؤسسة الرسالة1996) حدیث نمبر:802

19 المعجم الاوسط للطبرانی، باب میم (حسن لغیرہ) و مجمع الزوائد، 8/303

20 سورۃ الحجرات:49/11

"بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"[21]

"ایمان لانے کے بعد بہت برا اور بڑا گناہ ہے کہ آدمی ایسا لفظ کسی کے لئے بولے جس سے نفرت آتی ہو اور جو شخص اس سے توبہ نہ کرے وہ بہت بڑا ظالم ہے۔"

تمسخر اور مذاق کی صورتیں:

علامہ قرطبیؒ نے "الجامع الاحکام القرآن" میں لکھا ہے کہ "کسی شخص کی تحقیر اور توہین کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں اس کو تمسخر اور استہزاء کہتے ہیں۔ اور یہ تمسخر جیسے زبان سے ہوتا ہے ایسے ہی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کسی کی چلتے ہوئے نقل اتاریں، کسی کے بولنے کی نقل اتاریں، کسی کے ہاتھ کے اشارے سے نقل اتاریں، جس سے اس کی تحقیر مقصود ہو یہ تمسخر ہے۔ اللہ پاک نے اس کو حرام فرما دیا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔"

بُرے القاب سے منسوب کرنا اور قرآن کا نفسیاتی اسلوب:

کسی کی توہین کرنے اور اس کو اذیت پہنچانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اسے ان القاب سے منسوب کیا جائے جس سے اسے تکلیف یا اذیت پہنچے کا احتمال ہوں۔ مثلاً کسی کو لنگڑا یا لولا کہ کر اسے دکھ دیا جائے۔ اس رویے سے تعلقات خراب ہوتے اور تلخی پیدا ہوتی ہے۔ اس رویے کی قرآن و حدیث میں سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ"[22]

"اور نہ (ایک دوسرے کو) برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے۔"

اس آیت میں واضح طور پر اس رویے کو برا سمجھا گیا ہے اور اس کی پرزور مذمت کی گئی ہے اور جو لوگ اس روش سے باز نہیں آتے انہیں ظالموں کی صف میں شمار کیا گیا ہے۔ برے ناموں سے کسی کو پکارنا اصل میں ایک اذیت دینے کا عمل ہے اور اذیت دینے کی بھی سختی سے ممانعت ہے۔ جیسا کہ اس حدیث نبوی ﷺ ہے۔

---

[21] سورۃ الحجرات:49:12/11

[22] سورۃ الحجرات:49:12/11

"مسلمانوں کو اذیت نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ اور ان میں عیوب مت تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتا ہے اور جس کی عیب گیری اللہ تعالیٰ کرنے لگے وہ ذلیل ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"[23]

تحقیق اور قرآن کا اسلوب:

اس دور میں علم تک رسائی انتہائی آسان ہے۔ لائبریریز اور انٹرنیٹ پر اسلامک لٹریچر کی بھرمار ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت مشرک اور بدعتی ہے۔ وجہ علم کی کمی نہیں بلکہ حق و باطل میں تمیز کرنے کے لیے تحقیق کا خاتمہ ہے۔ لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ Internet پر بے سروپا Islamic emails کو بغیر سوچے سمجھے Forward کر دیا جاتا ہے۔ میڈیا پر دکھائے جانے والے شرک اور بدعات پر مبنی پروگرامز کئی مسلمانوں کے پسندیدہ ہیں۔ اکثر مسلمان اپنے والدین کے سکھائے ہوئے عقیدے اور نماز پر ساری زندگی بسر کر دیتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ ان کا عقیدہ اور نیکیوں کا طریقہ کہیں قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں۔ غرض یہ کہ اگر جائزہ لیا جائے تو شاید کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہر 10 میں سے 8 مسلمان عقیدے نماز اور دیگر اسلامی امور پر بغیر تحقیق کئے عمل کر رہے ہیں۔ جو باپ دادا کا مسلک، وہی ہمارا مسلک محلے کی مسجد والے مولوی کا جو دین، وہی ہمارا دین۔ اکثر کا حال بلکل یہی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں سا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ"[24]

"جب انہیں کہا جاتا ہے کے آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسولؐ کی طرف تو کہتے ہیں ہمارے لیے وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر انکے باپ دادا کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

"إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ"[25]

"انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ سو وہ انہی کے نقش قدم پر دوڑ رہے ہیں۔"

---

[23] ترمذی، جامع ترمذی، حدیث نمبر 2121

[24] سورۃ البقرۃ:2/170

[25] سورۃ الصفٰت:37/69

آج اسلام کی صحیح شکل مسخ کرنے کے لیے اسلام دشمن طاقتیں سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو صحیح اور غلط میں الجھانا، مسلم نوجوانوں کو اسلام سے متنفر کرنا اور غیر مسلموں کو اسلام سے نفرت دلانا ہے۔ فتنوں کے اس دور میں اشد ضرورت ہے کہ ہم حق و باطل میں تمیز کے لیے تحقیق کی عادت ڈالیں اور اپنے آپ کو اور گھر والوں کو اندھی تقلید سے بچائیں۔ امن یا خوف کی یا اسلام سے متعلق کسی خبر کو آگے پھیلانے کی بجائے اس کو متعلقہ ماہر کے سامنے تحقیق کے لئے پیش کیا جانا چاہیے۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا کہ

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا"[26]

"اور جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کی پیروی مت کرو۔ یقیناً کان اور آنکھ اور دل ان سب کی پوچھ ہو گی۔"

تحقیق کیے بغیر دینی معاملات میں بڑے بزرگوں کی تقلید کرنا، کوئی انتہائی قدم اٹھانا، بات کو آگے پہنچانا یا اس پر عمل کرنا منع ہے۔ قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ"[27]

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔"

اس آیت میں فاسق کی خبر لانے پر تحقیق کی خاص تلقین کی گئی ہے۔ اب یہ خود تحقیق کرنی چاہیے کہ میڈیا پر خبریں نشر کرنے والے اور دفتر اور خاندان میں خبر پہنچانے والے تحقیق پر مبنی باتیں کرتے ہیں یا معاشرے میں فساد پھیلانے والی جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

---

26 سورۃ الاسرا: 17/36

27 سورۃ الحجرات: 49/6